مرثیہ درحال حضرت ابوالفضل العباسؑ (بند-۱۲۰)

مولانا سید صادق حسین عقیلؔ برادر حضرت ماہرؔ ابن زین العلماء سید علی حسین

(۷)

(افسوس ہے، کیا رنگ زمانے کا ہے بدلا)
برہم ہوئیں وہ صحبتیں واحسرت و دردا
دن رنج کے آئے گیا راحت کا زمانا
سامان ہوا قتلِ حسینؑ ابن علیؑ کا
عاجز ہوئے یہ کوفیوں کے ظلم وستم سے
گرمی میں وطن چھوٹ گیا شاہ اممؑ سے

(۸)

بس دوسری تاریخ محرم کی جو آئی
تقدیر شہنشاہ زمنؑ کو وہاں لائی
جس جا پہ ہوئی گھر کے شہ دیںؑ کی صفائی
تاریخ سوم کو ہوئی اعدا کی چڑھائی
دو روز بھی راحت نہ ملی شاہؑ زماں کو
بس ساتویں سے بند کیا آب رواں کو

(۹)

اور روز دہم پھر تو قیامت ہوئی برپا
لشکر ہوا کفار کا میداں میں صف آرا
اور تھوڑے جوانوں کا پرا شاہؑ نے باندھا
لشکر کی کمی دیکھ کے بولے شہؑ والا
ہفتاد و دو تن میرے مددگار ہیں یا رب
کیا ہوگا اُدھر لاکھوں میں کفار ہیں یا رب

(۱۰)

(سرخم) کئے پھر کرسی پہ بیٹھے شہؑ ابرار
کرنے لگے یہ مشورہ دل سے بدل زار
اس فوج کا ہمشکلِ نبیؐ کو کروں سردار
عباسؑ کو دے دوں علم احمد مختارؐ
یہ رتبۂ اعلیٰ نہ ملے اور کسی کو
سقائی بھی گر دوں گا تو عباس علیؑ کو

(۱۱)

عباسؑ کو پھر پاس شہ دیںؑ نے بلایا
دکھلا کے علم بھائی کو حضرت نے سنایا
تو خوش ہو کہ یہ عہدہ علمداری کا پایا
سقائے سکینہؑ بھی تمہیں ہم نے بتایا
دو عہدے ہوں اک بارگی اے بھائی مبارک
یہ تم کو علمداری و سقائی مبارک

(۱۲)

یہ کہہ کے علم رکھ دیا کاندھے پہ اُٹھا کے
تھاما اسے عباسؑ نے آنکھوں سے لگا کے
قدموں پہ جھکے بھائی کو آداب بجا کے
رونے لگے شبیرؑ یہ حسرت سے سنا کے
عہدہ ابھی پایا ابھی دنیا سے چلے تم
دم بھر کے لئے میرے علمدار بنے تم

(۱۳)

قربان عنایت پہ شہِ کرب و بلاؒ کی
سرداری لشکر علی اکبرؑ کو عطا کی
خاطر شکنی کی نہ عزیز و رفقا کی
اک ایک سے تقریر یہ حضرت نے ادا کی
اے غازیو! اس جنگ میں جانوں کو لڑا دو
ہاں معرکۂ بدر کی تصویر دکھا دو

(۱۴)

اتنے میں ہوئی تیروں کی بوچھار اُدھر سے
عباسؑ بڑھے پھر تو علم لے کے اِدھر سے
رخصت ہوا اک ایک شہؑ جن و بشر سے
سب ہوگئے اک آن میں پوشیدہ نظر سے
کوئی نہ رہا لشکر شاہؑ شہدا میں
بس اکبرؑ و عباسؑ رہے فوج خدا میں

(۱۵)

یہ حال جو عباس علمدارؑ نے دیکھا
میداں میں ہوا خاتمہ بالخیر سبھوں کا
دل کو ہوا تنہائی شبیرؑ کا صدمہ
سر خم کئے آیا اسد اللہ کا جایا
شرمندہ تھے اس مرتبہ شاہ شہدؑا سے
چار آنکھ نہ کرتے تھے علمدار حیا سے

(۱۶)

کچھ منہ سے تو بولے نہ علمدار خوش اقبال
پہلو میں کھڑے ہو کے ہلانے لگے رومال
تھا سب کی جدائی سے مگر شہؑ کا برا حال
سر خم کئے کہتا تھا یہی فاطمہؑ کا لال
اب کوئی بھی ہم دم نہیں ہیہات ہمارا
پردیس میں سب چھوڑ گئے سات ہمارا

(۱۷)

عباسؑ نے یہ سن کے کہا اے شہ ابرارؑ
کام آچکے گو دشت میں سب مونس و غمخوار
ہے سر کے فدا کرنے کو موجود علمدار
گر اذن ملے جاؤں سوئے لشکرِ کفار
آقا کے عوض فوج مخالف سے لڑوں گا
جان آپ کے قدموں پہ نثار آج کروں گا

(۱۸)

زندہ یہ علمدار ہے، لشکر ہوا آخر
دو بار رضا لینے کو خادم ہوا حاضر
رخصت نہ ملی آپ سے، اس سے رہا قاصر
بازار قضا گرم ہے، مولا پہ ہے ظاہر
جاں اپنی فدا آپ پہ پہلے سے کئے ہوں
گر آج نہ کام آیا تو کس دن کے لئے ہوں

(۱۹)

طاری ہوئی پھر اور بھی رقت شہؑ دیں پر
اک کوہ الم ٹوٹ پڑا جان حزیں پر
صدمہ یہ ہوا بادشہ عرش نشیں پر
دل تھام کے ہاتھوں سے گرے روئے زمیں پر
فرمایا کہ اب جی سے گذر جاؤں گا بھائی
تم بھی جو سدھاروگے تو مر جاؤں گا بھائی

(۲۰)

اے بھائی نہ بھائی کو عزادار بناؤ
محنت مری انتیس برس کی نہ گنواؤ
اے بھائی میں خود روتا ہوں تم تو نہ رُلاؤ
سب چھوڑ گئے تم نہ مجھے چھوڑ کے جاؤ
کیوں کر کہو مرنے پہ رضامند اخی ہو
تم قوت بازوئے حسین ابن علیؑ ہو

(۲۱)

بچپن سے تو گودی میں پلے ناز ونعم سے
جب آئی جوانی تو جدا ہوتے ہو ہم سے
پھر ٹوٹے نہ کیوں کر یہ کمر بار الم سے
مرجائے گا یہ بھائی بھی اب آپ کے غم سے
حیران ہوں انصاف یہ کیا کرتے ہو بھائی
حق پالنے کا خوب ادا کرتے ہو بھائی

(۲۲)

آگے تو مرا رنج نہ کرتے تھے گوارا
اب روتا ہوں کچھ تم کو نہیں دھیان ہمارا
لشکر مرا پردیس میں بالکل گیا مارا
اس وقت میں کیوں کرتے ہو بھائی سے کنارا
کچھ پاس ہمارا تمھیں ہیہات نہیں ہے
اس عالم پیری میں کوئی سات نہیں ہے

(۲۳)

تنہائی کا کچھ پاس نہ ہیہات کروگے
ہم دکھ میں گرفتار ہیں کیا ساتھ نہ دوگے
اس وقت مصیبت میں جدا بھائی سے ہوگے
مر جاؤں گا پھر اب کی جو جانے کو کہوگے
ہم تو یہاں دو لاکھ کے نرغے میں پھنسے ہیں
اور آپ عبث رن کی رضا مانگ رہے ہیں

(۲۴)

جب ہوگے نہ اس نرغۂ کفار میں تم پاس
پھر کون بچانے کے لئے آئے گا عباسؑ
اور ہوئے گی تنہائی میں پھر کس کی مجھے آس
ہے کون بجھائے گا جو دو دن کی مری پیاس
سقا بھی تمھیں اور علمدار تمھیں ہو
مونس تمھیں، ہمدم تمھیں، غمخوار تمھیں ہو

(۲۵)

پھر خیمہ سے آواز سکینہؑ نے سنائی
اے داد رسِ خلق! دُہائی ہے دُہائی
اس پیاس نے ہے آگ کلیجے میں لگائی
بن پانی کے ہے جان لبوں پر مری آئی
جو نام خدا مالک کوثر کا خلف ہو
ہے اس پہ غضب جان سکینہؑ کی تلف ہو

(۲۶)

یہ سن کے صدا گر پڑے عباسؑ قدم پر
کی عرض رضا دیجئے از بہر پیمبرؐ
اب پیاس کی شدت ہے سکینہؑ کو برادر
امید نہیں جان بچے پیاس سے دم بھر
دو روز سے ہے خشک دہاں پیاس کے مارے
ہونٹوں سے نکل آئی زباں پیاس کے مارے

(۲۷)

اب اس سے سوا دیکھا نہیں جائے گا احوال
بن پانی تڑپتے ہیں کئی روز سے اطفال
رخصت مجھے فرمایئے اے شاہؑ خوش اقبال
یہ سنتے ہی مجبور ہوا فاطمہؑ کا لال
فرمایا کہ لاچار حسینؑ ابن علی ہے
اب کیا کروں انکار، مقدر میں یہی ہے

(۲۸)

تم کیا کرو، ہے اپنے مقدر کی برائی
ہم سمجھے تھے، تم روؤگے شبیرؑ کو بھائی
افسوس، مگر پہلے اجل آپ کو آئی
قسمت میں مرے روز ازل سے تھی جدائی
تم کو تو اجل لے کے زمانے سے چلی ہے
یہ بھائی بھی اے بھائی چراغِ سحری ہے

(۲۹)

لو جاؤ خدا حافظ و ناصر ہے تمہارا
آخر کیا پردیس میں تم نے بھی کنارا
اب کوئی نہ باقی رہا غمخوار ہمارا
لو آؤ گلے سے تو لگا لوں میں دوبارا
بس اپنا اجل سے نہیں ہیہات ہے بھائی
یہ آخری بھائی کی ملاقات ہے بھائی

(۳۰)

پھر جوش محبت سے ذرا صبر نہ آیا
بے ساختہ ہاتھوں کو شہ دیںؑ نے بڑھایا
سر بھائی کا کس پیار سے سینے سے لگایا
عباسؑ کا منہ دیکھ کے حسرت سے سنایا
اب نالۂ شبیرؑ سے افلاک ہلیں گے
اللہ ملائے گا تو پھر تم سے ملیں گے

(۳۱)

سر خم کیا عباسؑ نے تسلیم کی خاطر
شہؑ پیار سے بولے کہ خدا حافظ و ناصر
اب ہوگے نہ خدمت میں مری آج سے حاضر
دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے اللہ ہے ماہر
کم میری کسی طور محبت نہیں ہوتی
ملتا ہوں گلے، سیر طبیعت نہیں ہوتی

(۳۲)

پھر خیمہ کو راہی ہوئے عباسؑ دلاور
اور داخلِ خیمہ ہوئے پردے کو اُٹھاکر
دیکھا تو نظر آیا عجب طرح کا محشر
سر کھولے ہوئے روتی ہیں اولاد پیمبرؐ
صدمہ ہوا کیسا دل صد چاک کے اوپر
دیکھا جو سکینہؑ کو پڑا خاک کے اوپر

(۳۳)

عباسؑ علمدار بھی بیٹھے وہیں آ کے
سر رکھ لیا زانو پہ سکینہؑ کا اُٹھا کے
فرمایا یہ چھاتی سے بھتیجی کو لگا کے
پانی ابھی لے آئیں تمہارے لئے جا کے
جاؤں لب دریا جو مجھے رن کی رضا دو
صدقے یہ چچا آپ پہ مشکیزے کو لا دو

(۳۴)

یہ سنتے ہی آنکھوں کو سکینہؑ نے کیا وا
عباسؑ دلاور کو یہ رو رو کے سنایا
کیوں دل سے بھلایا مجھے تقصیر ہوئی کیا
کچھ لی نہ خبر غیر ہوا حال ہمارا
دل کو مرے کس طور سے وسواس نہ آئے
کیا کام تھا باہر جو مرے پاس نہ آئے

(۳۵)

کی سن کے یہ عباس علمدارؑ نے تقریر
دیتے تھے رضا رن کی نہ مجھ کو شہ دلگیرؑ
اس سے ہوئی آنے میں یہاں اور بھی تاخیر
موجود ہوں کیا کہتی ہو اے دختر شبیرؑ
عرصہ نہ کرو مشک کو اب جلد منگا دو
حضرت تو رضامند ہیں اب تم بھی رضا دو

(۳۶)

جانے کا سنا نام تو کی رو کے یہ گفتار
مر جاؤں گی یہ ذکر نہ کرنا کبھی زنہار
بس بھول گئے ایک ہی دن میں وہ مرا پیار
تقصیر ہوئی کون سی جو ہو گئے بیزار
اکبارگی نظروں سے گرا دیتا ہے کوئی
کیوں دل سے بھلا یوں ہی بھلا دیتا ہے کوئی

(۳۷)

ہم سمجھے تھے آئے ہو منانے کو ہمارے
پر آپ جو آئے تو رلانے کو ہمارے
کیوں باتیں یہ کرتے ہو ستانے کو ہمارے
بتلاؤ بلایا تھا کُڑھانے کو ہمارے
مرتے تھے مگر جان مری آ کے بچالی
یہ خوب مرے جینے کی تدبیر نکالی

(۳۸)

بس دیکھ لیا، آپ کے قربان چچا جان
حیرت ہے سراسر مجھے اس آن چچا جان
رلوا کے چلے تھے سوئے میدان چچا جان
گو پیاس سے ہو جاؤں گی بے جان چچا جان
یہ پیاس کئی دن کی مگر ضبط کروں گی
جانے کی لبِ نہر اجازت نہیں دوں گی

(۳۹)

اس حال میں جانے دوں بھلا، قہر کی جا ہے
زندہ کوئی بتلایئے میداں سے پھرا ہے
ٹکڑے ہوا تلواروں سے جو رن میں گیا ہے
سب صبح سے لشکر مرے بابا کا کٹا ہے
ہر ایک سے رخصت بھی پدر ہو نہیں سکتے
جی کھول کے اک لاش پہ بھی رو نہیں سکتے

(۴۰)

تنہا ہیں جناب شہؑ دیں آپ نہ سمجھے
ہر سمت سے گھیرے ہیں لعیں آپ نہ سمجھے
اس وقت میں اب کوئی نہیں آپ نہ سمجھے
پھر اور سہارا ہے کہیں آپ نہ سمجھے
یہ کوئی زمانے میں گوارا نہ کرے گا
اس حال میں دشمن بھی کنارا نہ کرے گا

(۴۱)

اچھا یہ بتا دیجئے ﷲ چچا جان
اب آپ ہیں یا اکبرؑ ذی جاہ چچا جان
پھر کون ہے بعد ان کے یہاں آہ چچا جان
بابا کے کئی لاکھ ہیں بدخواہ چچا جان
بتلایئے یہ بات روا آپ کو کب ہے
اِس وقت میں چھوڑا اُنہیں تنہا تو غضب ہے

(۴۲)

عباسؑ نے فرمایا کہ میں رن کو نہ جاتا
پر کیا کروں لاچار ہوں کچھ بس نہیں میرا
ہیں دو یہ سبب جانے کے اب اور زیادا
ہے ایک تو حضرت پہ یورش فوج ستم کا
اور دوسرے اس واسطے جاتا ہوں میں گھر سے
بی بی کے پدر پیاسے ہیں چوبیس پہر سے

(۴۳)

تم کو تو یہ لازم تھا مجھے کہتیں بلا کے
ہو جائے سکینہؑ یہ فدا اپنے چچا کے
اب پیاس سے لب خشک ہیں شاہ شہدؑا کے
پانی مرے بابا کے لئے لایئے جا کے
حیرت ہے سواری بھی منگانے نہیں دیتیں
خود بھیجنا کیسا مجھے جانے نہیں دیتیں

(۴۴)

الفت ہے سوا ان سے بھی اس خستہ جگر سے
پیاری ہے مری جان تمہیں جان پدر سے
وہ پیاسے رہیں جانے نہ دو تم مجھے گھر سے
یہ کیسی محبت ہے شہ جن و بشر سے
دم میری محبت کا ہو اس مرتبہ بھرتیں
آگے مرے کچھ دھیان پدر کا نہیں کرتیں

(۴۵)

زندہ رہوں میں اور کٹے سر شہ دیںؑ کا
لٹ جائے مرے سامنے یہ گھر شہ دیںؑ کا
پھر کون لڑے، ہے کوئی یاور شہ دیںؑ کا
اب بھی نہ ادا حق کروں کیوں کر شہ دیںؑ کا
مجھ کو تو کسی طور رضا رن کی نہ دوگی
ہم شکل نبیؐ جائیں گوارا یہ کروگی

(۴۶)

ہم کہتے ہیں اکبرؑ جو شہ دیں کے رہیں پاس
سر کو قدم شہؑ پہ تصدق کرے عباسؑ
اب قتل نہ ہو کوئی بھی یہ تم نہ رکھو آس
ہے آج تو ہر ایک کے جینے سے ہمیں یاس
بے رحموں سے کوئی نہ اماں پائے گا بی بی
تاراج یہ گھر شام کو ہو جائے گا بی بی

(۴۷)

تاخیر عبث کرتی ہو مشکیزے کو لا دو
بس ہو چکا انکار مجھے اذن وغا دو
ضد ہو چکی سر آن کے چھاتی سے لگا دو
بس موت سے چلتا ہے کسی کا یہ بتا دو
باری تو ہماری ہے نہ ٹالے سے ٹلے گی
بے شبہ گلے پر مرے تلوار چلے گی

(۴۸)

مجبوری سے کی عرض چچا جان سدھارو
اب اور ہو اک آن کے مہمان سدھارو
سو جان سے میں آپ پہ قربان سدھارو
اللہ کو سونپا سوئے میدان سدھارو
پھر آپ کو تقدیر یہاں پھیر کے لائے
زندہ تمھیں اللہ سکینہؑ سے ملائے

(۴۹)

مشکیزے کو پھر باندھ دیا لا کے علم سے
اور رو کے چچا سے یہ کہا رنج و الم سے
اب ضبط نہیں پیاس کا ہوسکتا ہے ہم سے
امید ہے مجھ کو تو بڑی آپ کے دم سے
تھوڑا سا ابھی نہر سے لا دیجئے پانی
پیاسی ہوں کئی دن سے پلا دیجئے پانی

(۵۰)

فرمایا کہ بس تم مجھے اب نہر پہ سمجھو
لے آتے ہیں پانی جو ہے منظور خدا کو
امید ہر اک چیز کی اللہ سے رکھو
اور میں یہ کہے جاتا ہوں ایسا نہ کہیں ہو
ہو دیر جو دریا پہ نہ گھبرائیو بی بی
باہر کہیں گھر سے نہ نکل آئیو بی بی

(۵۱)

رکھ کر علم سبط نبیؐ دوش کے اوپر
خیمہ سے برآمد ہوئے عباسؑ دلاور
گردن میں حمایل کئے شمشیرِ دو پیکر
رہوار کو حاضر کیا خدام نے لاکر
دستور تھا سابق سے جو عباسؑ جری کا
رہوار کی گردن پہ لکھا نام علیؑ کا

(۵۲)

گھوڑے پہ چڑھے نادعلی پڑھ کے علمدار
اور چھیڑ کے رہوار بڑھے جانبِ کفار
ہلچل پڑی لشکر میں ہوا حشر نمودار
دو لاکھ زبانوں پہ یہ جاری ہوا اک بار
یہ آمد اکبرؑ ہے کہ عباس علیؑ ہے
معلوم نہیں کون سا یہ شیر جری ہے

مطلع

(۵۳)

جب رن میں علمدارِ شہؑ بحر و بر آیا
شمشیر بکف شیر خدا کا پسر آیا
غل پڑ گیا وہ شیر دلاور نظر آیا
دوڑا ہوا اک پیک یہ لے کر خبر آیا
ہے سامنا بے طور لڑائی سے خبردار
ہاں شیر کی آمد ہے ترائی سے خبردار

(۵۴)

بجلی کی طرح مرکب خوش رو کو اُڑائے
ہشیار جوانو رہو، وہ آئے یہ آئے
اب رنگ ہے بے طور، خدا جان بچائے
ایسا نہیں یہ شیر کہ دریا پہ نہ جائے
بگڑا ہوا بس آج لڑائی کو سمجھ لو
ہاں شیر کے قبضے میں ترائی کو سمجھ لو

(۵۵)

آئی ہے بلا ہم پہ جناب احدی کی
ہشیار کہ آمد ہے ولی ابنِ ولی کی
شمشیر کھنچے گی جو علمدار جری کی
پھر جان بچے گی نہ ہزاروں میں کسی کی
کیا منہ پہ بھلا شیر کے روباہ چڑھیں گے
دہشت سے تو یہ حال ہے، ہم خاک لڑیں گے

(۵۶)

پیغامِ قضا ان کی ہے تلوار سمجھ لو
اب گرم ہوا موت کا بازار سمجھ لو
کوئی نہ بچے گا دم پیکار سمجھ لو
عباسؑ کو بس حیدر کرارؑ سمجھ لو
یہ شیر بھی غصے میں بھرا مثل علیؑ ہے
ہشیار علمدار حسینی یہ جری ہے

(۵۷)

راکب تو بہت خوب ہے مرکب کو تو دیکھو
ممکن نہیں اس طرح کا رہوار کسی کو
کس مرتبہ چالاک ہے یہ مرکب خوش خو
راکب جو اسے چھیڑے ذرا بھی تو ہوا ہو
عالم ہے جوانی کا جو تعریف ہے سِن کی
طے کرتا ہے دم بھر میں مسافت کئی دن کی

(۵۸)

ہے نام خدا حسن میں ڈوبا یہ سراپا
کس قہر کا چھل بل ہے غضب کا ہے چھلاوا
سکھلایا ہے کس حسن سے کاوے پہ لگانا
کس بانک پنی سے ہے قدم تھم کے اٹھاتا
بجلی کی طرح سے یہ تڑپ جاتا ہے گھوڑا
اک بارگی سیماب سا اُڑ جاتا ہے گھوڑا

(۵۹)

ہوتے نہیں گھوڑے میں یہ چل پھر یہ طرارے
رکھتا نہیں گردوں پہ قدم ناز کے مارے
گردن میں عجب نور کا زیور ہے سنوارے
ہل جاتی ہے ہیکل تو چمک جاتے ہیں تارے
گھوڑا ہے مگر حسن میں بالکل یہ پری ہے
راکب کی طرح عیبوں سے مرکب بھی بری ہے

(۶۰)

اور قبضۂ عباسؑ میں ہے آج وہ تلوار
جس جنگ میں کھینچا تو ہوئی فتح نمودار
رکھتے تھے کمر میں اسے خود حیدر کرارؑ
بے مثل ہے برش میں یہ شمشیر شرر بار
دو اُس کو کیا سامنا آکر کیا جس نے
ہر جنگ میں دشمن کا لہو چاٹا ہے اس نے

(۶۱)

یہ ذکر تھا غازی کا جو گھوڑا نظر آیا
پھر اور خبردار یہ لے کر خبر آیا
لو سامنے وہ شاہ نجفؑ کا پسر آیا
گھبرا کے عمر بولا وہ غازی کدھر آیا
وہ بولا کہ اب دل نہیں قابو میں کسی کا
دریا کی طرف رخ ہے علمدارؑ جری کا

(۶۲)

اتنے میں علمدار قریں فوج کے آیا
چمکار کے رہوار کو پھر آپ نے روکا
تیور کو بدل کر سپہ شام کو دیکھا
اس طرح رجز خواں ہوا فرزند علیؑ کا
ہشیار ہو اے ظالمو کہتا ہوں میں سب سے
آگاہ ہو اب میرے حسب اور نسب سے

(۶۳)

ہے فخر کی جا ہم پسر شیر خدا ہیں
بھائی مرے آقا مرے شاہ شہدؑا ہیں
ہم نام اخی پر بہ دل و جان فدا ہیں
ہم راحت و تکلیف میں راضی برضا ہیں
خواہش نہیں دولت کی زمانے میں کبھی کی
بچپن سے غلامی کی حسینؑ ابن علیؑ کی

(۶۴)

بھائی کی غلامی مجھے شاہی سے سوا ہے
کیوں کر نہ کروں ناز کہ یہ فخر کی جا ہے
ارمان فرشتوں کو غلامی کا رہا ہے
صد شکر کہ یہ مرتبہ خالق نے دیا ہے
عباسؑ تو ان رتبوں کے قابل بھلا کب ہے
آقا کی فقط بندہ نوازی کا سبب ہے

(۶۵)

جو حال پہ میرے ہے عنایت کہوں کیا کیا
فرزندوں کے مانند مجھے گود میں پالا
الفت سے لقب ماہ بنی ہاشمی رکھا
اور آج علمداری کا عہدہ مجھے بخشا
دو عہدوں کا مختار علمدار جری ہے
سقای بھی آقا نے عنایت مجھے کی ہے

(۶۶)

آقا کی بدولت بڑے آرام اُٹھائے
قابل تھا نہ جس رتبے کا وہ مرتبے پائے
ہمراہ اخی میوۂ فردوس بھی کھائے
خوش ہوگئے جب سامنے ہم بھائی کے آئے
اس بات پہ عباسؑ کو کیوں ناز نہ ہوئے
بے دیکھے ہمارے نہ کبھی چین سے سوئے

(۶۷)

خالق رکھے بھائی کو سلامت صد وسی سال
راحت سے زمانے میں رہے فاطمہؑ کا لال
آباد رہیں دوست تو دشمن رہیں پامال
آقائے دو عالم کا رہے اوج پہ اقبال
وہ دن مجھے اللہ نہ دنیا میں دکھائے
بھائی پہ مرے سامنے آنچ آنے نہ پائے

(۶۸)

دشمن کی بھی تکلیف نہیں شہؑ کو گوارا
پر حیف ہے، تم لوگوں نے کچھ رتبہ نہ سمجھا
بلوا کے وطن سے انہیں بے جرم ستایا
بے رحم ہو کیسے نہ کیا رحم ذرا سا
کچھ شرم بھی ہے کرتے ہو بے جان بلا کر
اکبارگی یوں پھر گئے مہمان بلا کر

(۶۹)

کیا جرم کیا بولو حسینؑ ابن علیؑ نے
پانی نہیں پایا ہے کئی دن سے اخی نے
بیداد نئی کی ہے یہ افواج شقی نے
ترسایا ہے مہمان کو پانی سے کسی نے
یہ تم کو گوارا ہے کہو پیاسے ہی مر جائیں
ایک بوند بھی پانی کی نہ اولاد نبیؐ پائیں

(۷۰)

کم عمر ہے اک دخترِ سلطانِ مدینہ
دشوار ہے اب پیاس سے اس لڑکی کا جینا
ہے کون سا بتلاؤ یہ دعوت کا قرینہ
بن پانی کئی دن سے تڑپتی ہے سکینہؑ
کیوں بغض یہ تم کرتے ہو اولاد نبیؐ سے
اصغرؑ بھی لب گور ہے اب تشنہ لبی سے

(۷۱)

انصاف سے اے ظالم بے پیر بتاؤ
کیا رحم کے قابل نہیں شبیرؑ بتاؤ
تعزیر پہ کیوں ملتی ہے تقصیر بتاؤ
مہماں کی یہی کرتے ہیں توقیر بتاؤ
کیا فائدہ اس گھر کو جو برباد کروگے
یہ صبر حسینؑ ابن علیؑ یاد کروگے

(۷۲)

نے پاس پیمبرؐ ہے نہ کچھ خوف خدا ہے
سادات کے بے جرم ستانے میں بھلا ہے
سیراب سگ و خوک ہوں کیوں یہ تو روا ہے
اور آب رواں بند شہ دیں پہ کیا ہے
خوش ہوگا خدا رحم جو اِس وقت کروگے
سب پیاس سے بچ جائیں گے ایک مشک جو دوگے

(۷۳)

سب کہہ چکے ہم، کہنا تھا جو کچھ کہ زبانی
اچھا یہ مری بات نہ مانی تو نہ مانی
لو خیر نہ دو پانی تم اے ظلم کے بانی
حجت یہ ادا کر چکے لے جائیں گے پانی
دریا سے بھرے لاتے ہیں مشکیزے کو جا کے
ہاں حوصلہ جس کا ہو ہمیں روک لے آ کے

(۷۴)

پیغام اجل تم مری تلوار کو سمجھو
بس زندہ نہ پیدل کو نہ اسوار کو سمجھو
اب نہر پہ اے ظالمو رہوار کو سمجھو
پہنچا ہوا دریا پہ علمدار کو سمجھو
ہرگز نہیں منہ پھرتا لڑائی میں ہمارا
ہم شیر ہیں مسکن ہے ترائی میں ہمارا

(۷۵)

یہ کہہ کے جو اس شیر نے رہوار کو چھیڑا
پایا جو اشارہ تو بھرا اس نے طرارا
بجلی سا تڑپ کر اِدھر آیا اُدھر آیا
سب بھاگ گئے چھوڑ کے دریا کا کنارا
غل تھا کہ ہوا صاحبِ شمشیر کا قبضہ
دریا کی ترائی پہ ہوا شیر کا قبضہ

(۷۶)

عباسؑ پکارے کہ نہ پیاسا ہمیں سمجھو
روباہ ہو تم شیر درندہ ہمیں سمجھو
دروازۂ خیبر کا کنندہ ہمیں سمجھو
ہم کہتے نہ تھے نہر پہ آیا ہمیں سمجھو
دنیا میں کسی چیز سے ڈرتے ہیں بہادر
جو کہتے ہیں منہ سے وہی کرتے ہیں بہادر

(۷۷)

تم سمجھے تھے ہم پانی کے محتاج ہیں یارو
اب آج سے عاجز نہ کسی بات پہ سمجھو
تھا حق یہ ہمارا سو خدا نے دیا ہم کو
گر حوصلہ باقی ہے تو پھر چھین کے لے لو
دیکھوں تو بھلا آن کے دریا سے ہٹا دو
لو شیر کے قبضے کو ترائی سے اٹھا دو

(۷۸)

یہ کہہ کے فرس نہر میں عباسؑ نے ڈالا
اور مشک کو پھر دوش مبارک سے اُتارا
مشکیزے کو پانی سے بھرا کھول کے تسمہ
لہراتا نظر آ گیا عباسؑ کو دریا
ہے پیاس کئی دن سے جو حیدرؑ کے پسر کو
دریا کو ہوئی دیکھ کے تسکین جگر کو

(۷۹)

بس پیاس کا غلبہ یہ ہوا صبر نہ آیا
بیتاب ہوا پھر اسد اللہ کا جایا
چلو کو بھرا پانی سے اور جلد اُٹھایا
فرزند علیؑ لب کے قریں چلو کو لایا
چاہا تھا کہ چلو لب نازک سے لگا لیں
وہ پیاس کئی روز کی پانی سے بجھا لیں

(۸۰)

یاد آ گئی بس پیاس حسین ابن علیؑ کی
باقی نہ رہی پیاس ولی ابنِ ولیؑ کی
حالت ہوئی پھر غیر علمدار جریؑ کی
پھر دل سے ادا آپ نے تقریر یہی کی
عباسؑ یہ کیا کرتے ہو مر جاؤ حیا سے
تم پانی سے سیراب ہو اور بھائی ہیں پیاسے

(۸۱)

بس پھینک دیا ہاتھ سے پانی بہ دلِ زار
منہ باندھ کے مشکیزہ رکھا دوش پہ اِک بار
اور پیاسے ہی دریا سے نکل آئے علمدارؑ
خیمہ کو چلے کھینچ کے شمشیر شرر بار
عباسؑ چلے تھے ابھی گھوڑے کو بڑھا کے
جو گھیر لیا شیر کو روباہوں نے آ کے

(۸۲)

عباسؑ نے بھی تیغ دوپیکر کو نکالا
یا شیر خدا کہہ کے کیا شیر نے حملہ
چلنے نہ دیا غازی نے اک وار کسی کا
دو کردیا شمشیر نے جو سامنے آیا
کہتے تھے یہ برش کہیں دیکھی نہیں ہم نے
برسا دیا مینہ خون کا اس تیغ دودم نے

(۸۳)

بجلی سی چمکتی تو سبھوں کو نظر آئی
پر یہ نہ کھلا واہ کہاں تھی کدھر آئی
جس پر یہ جھکی بس اسے بے جان کر آئی
سر پر جو گری خانۂ زیں سے اُتر آئی
جب آئے یہ سامان اجل تب نظر آئے
اک وار میں دو راکب و مرکب نظر آئے

(۸۴)

یہ عیب سمجھتی تھی وہ شمشیر دوپیکر
رو کے سے کسی کے کبھی رُک جائے سپر پر
کس قہر کا یہ کاٹ تھا اک وار میں آکر
دو کردیا چار آئینہ و جوشن و بکتر
شمشیر کو اتنی تھی غرض فوجِ شقی سے
دم لے لیا بس اور نہ مطلب تھا کسی سے

(۸۵)

اک آن میں کیا گرم کیا موت کا بازار
تنگ آ گیا اس شیر سے سب لشکر کفار
اک آن کی مہلت بھی نہ دیتے تھے یہ زنہار
بے دم کئے دم بھر نہیں دم لیتی تھی تلوار
جس دم یہ جھکی خون عدو چاٹ کے اُٹھی
میدان وغا کشتوں سے سب پاٹ کے اُٹھی

(۸۶)

عاجز ہوئے جب تیغ سے بے رحم وہ سارے
پھر جوڑ کے ہاتھوں کو ادب سے یہ پکارے
یا حضرت عباسؑ گنہ بخشو ہمارے
بس روکئے شمشیر کہ ہیں گور کنارے
اب تابِ لڑائی ہمیں زنہار نہیں ہے
دریا ہے یہ حاضر ہمیں انکار نہیں ہے

(۸۷)

تم کو قسم حیدرؑ کرار اماں دو
اب روک لو شمشیر شرر بار اماں دو
تعزیر کو پہنچے یہ گنہ گار اماں دو
یا حضرت عباس علمدارؑ اماں دو
بس رحم کرو جان بچے گی نہ کسی کی
اب تم کو قسم خون حسینؑ ابن علیؑ کی

(۸۸)

نامِ شہ دیںؑ سنتے ہی کی میان میں شمشیر
فرمایا کہ سو جاں سے فدائے شہہ دلگیر
یہ حال یہاں تھا وہاں بیتاب تھے شبیرؑ
دل پکڑے ہوئے پھرتے تھے باحالت تغیر
شہؑ منتظر آمد عباسؑ کھڑے تھے
سرخم کئے ہمشکل نبیؐ پاس کھڑے تھے

(۸۹)

ہم شکل پیمبرؐ سے یہ حضرت ہوئے گویا
عباسؑ ہیں گو فضل خدا سے ابھی زندہ
پر دل نہیں قابو میں حسینؑ ابن علیؑ کا
اب بھائی کے ملنے سے مجھے یاس ہے بیٹا
اللہ کرے خیر تردد ہے اسی سے
کچھ خم ہوئی جاتی ہے کمر میری ابھی سے

(۹۰)

حیران ہوں کیوں درد کی شدت ہے کمر میں
کیوں اس گھڑی جلتی ہے کہو آگ جگر میں
تاریک ہے کیوں سارا جہاں میری نظر میں
بے رونقی اس دم ہے عجب طرح کی گھر میں
کیوں غیر ہوا جاتا ہے احوال بتا دو
کیا مر گئے عباسؑ خبر جلد منگا دو

(۹۱)

کیوں نہر پہ باجوں کو بجاتے ہیں جفا جو
بتلاؤ تو کیوں دل پہ ہمارے نہیں قابو
آ جاتی ہے یہ کس کے مجھے خون کی خوشبو
کیوں ٹوٹ گیا اے علی اکبرؑ مرا بازو
بالکل ہمیں کانوں سے سنائی نہیں دیتا
اے نور نظر ہم کو دکھائی نہیں دیتا

(۹۲)

ہر چند کہ سمجھاتا ہوں اُس وقت سے دل کو
پر دل یہ نہیں مانتا اب دیکھئے کیا ہو
کیوں غیر مرا حال ہوا جاتا ہے بولو
اے جانِ پدر پاس مرے آؤ سنو تو
تشویش بڑی ہے ہمیں بھائی کی طرف سے
آواز چلی آتی ہے رونے کی نجف سے

(۹۳)

یاں شہؑ کا یہ عالم تھا تڑپتے تھے زمیں پر
اور رن میں یہ تھا حال علمدار دلاور
جب کر چکے شمشیر علیؑ میان کے اندر
ہر سمت سے پھر رن میں ستمگاروں نے آکر
مہلت جو ملی جنگ سے افواج شقی کو
بس گھیر لیا ہائے علمدار جریؑ کو

(۹۴)

ہر چار طرف سے ہوئی پھر تیروں کی بوچھار
زخمی ہوئے سر تا بہ قدم آہ علمدارؑ
اتنی نہ ملی بار کہ پھر کھینچتے تلوار
فرماتے تھے کیا تم نے کیا تھا ابھی اقرار
کچھ شرم بھی ہے ہم سے وغا کرتے ہو یارو
کیوں رحم کے بدلے یہ جفا کرتے ہو یارو

(۹۵)

پھر گھوڑے کو خیمہ کی طرف جلد بڑھایا
کہتے تھے بچے مشک سکینہؑ کی خدایا
مشکل سے تو یاں تک ہوں بچاتا ہوا لایا
عزت مری رہ جائے برا وقت ہے آیا
یاں تک تو گوارا ہے چھدے تیر سے سینہ
خیمہ میں پہنچ جائے مگر مشکِ سکینہؑ

(۹۶)

غازی کی سواری جو قریں خیمہ کے آئی
اس وقت میں کی ہائے مقدر نے برائی
جس کاندھے پہ عباسؑ نے تھی مشک اٹھائی
تلوار کسی نے اُسی شانے پہ لگائی
وہ دست علمدار گرا کٹ کے زمیں پر
دل بیٹھ گیا صدمہ ہوا جانِ حزیں پر

(۹۷)

جرأت اسے کہتے ہیں شجاعت ہو تو ایسی
تیور میں نہ غازی کے ہوا فرق ذرا بھی
اور ہوش بدستور جری کے رہے باقی
پھر مشک علمدارؑ نے اُس دوش پہ رکھی
مضبوط اُسی ہاتھ سے پھر تھاما علم کو
اور لڑتے تھے اعدا سے لئے تیغِ دو دم کو

(۹۸)

برپا کیا پھر اور کسی نے یہ ستم آہ
شمشیر سے بازو کیا پھر وہ بھی قلم آہ
اُس وقت ہوا اور بھی غازی کو الم آہ
بس گر پڑا بالائے زمیں شہؑ کا علم آہ
دانتوں میں اِدھر مشک سکینہؑ کو سنبھالا
اکبرؑ نے اُدھر شاہ مدینہؑ کو سنبھالا

(۹۹)

قسمت سے مگر بس نہیں چلتا ہے ذرا آہ
عباسؑ کا ارمان یہ پورا نہ ہوا آہ
پھر مشک پہ اک تیر سہ پہلو جو لگا آہ
مشکیزے سے بالائے زمیں پانی بہا آہ
پھر گھوڑے پہ غش ضعف سے ہونے لگے عباسؑ
خیمہ کی طرف دیکھ کے رونے لگے عباسؑ

(۱۰۰)

بے ساختہ چلا کے کہا ہائے سکینہؑ
صدقے یہ چچا پیاس پہ ہو جائے سکینہؑ
تقدیر سے لاچار ہے سقائے سکینہؑ
پانی نہ تمہارے لئے ہم لائے سکینہؑ
ارمان یہ تا حشر ہمیں رہ گیا بی بی
مشکیزہ چھدا پانی بھی سب بہہ گیا بی بی

(۱۰۱)

اتنے میں لگا آن کے اک تیر جگر پر
تھرا گئے صدمے سے علمدار دلاورؑ
تلوار کا پھر وار کیا ایک نے آکر
سر تا بہ قدم خون میں عباسؑ ہوئے تر
پڑنے لگے حربے جو اِدھر اور اُدھر سے
زخموں سے بدن چور ہوا تیغ و تبر سے

(۱۰۲)

گھوڑے سے گرے اور یہ بھائی کو پکارے
سو جان سے عباسؑ ہو قربان تمہارے
اب آیئے اے قبلۂ حاجات ہمارے
صورت مجھے دکھلایئے ہوں گور کنارے
صدقے ہوا حضرت پہ علمدارؑ خبر لو
تنہائی میں اے کل کے مددگار خبر لو

(۱۰۳)

اب آیئے جلدی سوئے میدان برادر
اک آن کا اب اور ہوں مہمان برادر
صد شکر ہوا آپ پہ قربان برادر
لو جاتا ہوں اللہ نگہبان برادر
[1]مشتاق ہوں آواز پھر اک بار سنا دو
اے بھائی مجھے آخری دیدار دکھا دو

(۱۰۴)

پھر رن میں بجانے لگے باجے ستم ایجاد
اور شہؑ نے سنی اتنے میں بھائی کی یہ فریاد
اکبرؑ تھے کھڑے پاس کیا ان سے یہ ارشاد
لو اے علی اکبرؑ یہ پدر ہوگیا برباد
گھر ہوگیا برباد لڑائی میں ہمارا
مارا گیا یہ شیر ترائی میں ہمارا

(۱۰۵)

عباسؑ بلاتے ہیں میں تدبیر کروں کیا
اب جاؤں میں کس طور سے دشوار ہے چلنا
قابو میں نہیں پاؤں، دکھائی نہیں دیتا
ہاتھوں کو پکڑ لو تو چلیں نہر پہ بیٹا
طاقت نہیں اب صدمہ ہے یہ جان حزیں پر
ہر گام پہ گر پڑتا ہوں تھرّا کے زمیں پر

(۱۰۶)

یہ سنتے ہی اک ہاتھ سے پھر تھام لیا ہات
اور ایک سے تھامی کمر سید خوش ذات
شہؑ پیٹتے روتے ہوئے اکبرؑ کے چلے سات
کہتے تھے ہوئی دیر نہ اب ہوگی ملاقات
اللہ ملائے مجھے اس شیر سے بیٹا
بھائی کو بلاتے ہیں بڑی دیر سے بیٹا

(۱۰۷)

اس وقت کا صدمہ کوئی پوچھے مرے جی سے
اب حال کھلا غیر تھا احوال اسی سے
تھا دھیان اِسی بات کا مجھ کو تو جبھی سے
قسمت میں بچھڑنا ہے علمدار جریؑ سے
کیوں کر نہ بھلا ہوتا یہ منظورِ خدا تھا
وہ سامنے آیا جو مقدر میں لکھا تھا

(۱۰۸)

اتنے میں لب نہر علیؑ کا پسر آیا
تر خوں میں علمدارؑ کا لاشہ نظر آیا
صدمہ یہ ہوا آہ کہ منہ کو جگر آیا
لاشے کے قریں پھر وہ شہؑ بحر و بر آیا
حضرت بھی وہیں بیٹھ گئے خاک پہ آ کے
عباسؑ کا سر رکھ لیا زانو پہ اُٹھا کے

(۱) نزدیک اجل آئی خدا حافظ و ناصر۔ہم جاتے ہیں اے بھائی خدا حافظ و ناصر

(۱۰۹)

شہؑ نے کہا ہم آئے کہو کہتے ہو کیا تم
کیوں اس لئے آئے تھے یہاں لے کے رضا تم
اے بھائی ہوئے بھائی پہ غربت میں فدا تم
اُنتیس برس بعد ہوئے آج جدا تم
اے شیر مرے کس کی نظر کھا گئی تم کو
ہم مر نہ گئے اور اجل آ گئی تم کو

(۱۱۰)

اب غیر ہے احوال مرے حال پہ رو لو
لو دیر سے بھائی ہے کھڑا آنکھوں کو کھولو
اے عاشق شیدا مرے کچھ منہ سے تو بولو
پیار آتا ہے اب اُٹھ کے بغل گیر تو ہولو
خوں بہتا ہے سارا یہ بدن لال ہے بھائی
بتلاؤ خدا کے لئے کیا حال ہے بھائی

(۱۱۱)

اے میرے جواں اے مرے بھائی مرے خوشرو
یہ دیکھ کے اب دل پہ ہمارے نہیں قابو
تم پر یہ جفا جس نے کی تھا کون وہ بدخو
بازو بھی قلم ہوگئے اے قوت بازو
بے دست مرے واسطے اے جان اخی ہو
ان ہاتھوں پہ قربان حسینؑ ابن علی ہو

(۱۱۲)

بس ضعف سے آنکھوں کو علمدار نے کھولا
بھائی کو بڑی دیر تلک یاس سے دیکھا
پھر اشک بہاکر شہِ دیں کو یہ سنایا
بس آرزو خادم کی یہی باقی ہے مولا
اب آگے ذرا پائے مبارک کو بڑھا دو
ہے آرزو ان قدموں کو آنکھوں سے لگا دو

(۱۱۳)

بے ساختہ رونے لگے یہ سنتے ہی حضرت
فرمایا کہ اب تک نہیں وہ چھوٹتی عادت
نے وہ ہے زمانہ نہ وہ دن ہیں نہ وہ صحبت
یہ وقت جدائی ہے بڑھاؤ نہ محبت
رلوائیں گی پھر اور علمدار کی باتیں
یاد آئیں گی بعد آپ کے یہ پیار کی باتیں

(۱۱۴)

یہ کہتے تھے شبیرؑ جو پھر پیار سا آیا
بھائی کی طرف ہاتھوں کو حضرت نے بڑھایا
اور جھک کے علمدارؑ کو سینہ سے لگایا
دل تھام کے رویا اسداللہ کا جایا
فرمایا لپٹ جایئے اس آن برادر
پھر تم کو کہاں پاؤں گا اے جان برادر

(۱۱۵)

بیتاب سکینہؑ ہے تمہارے لئے بھائی
کہتی ہے چچاجان نے کیوں دیر لگائی
ہونٹوں پہ زباں پیاس کے مارے نکل آئی
عرصہ ہوا اب تک نہ مری پیاس بجھائی
تھا کہہ دیا پیغام یہ دیتے ہوئے آنا
تم میرے چچا جان کو لیتے ہوئے آنا

(۱۱۶)

منظور جو یہ بات ہو اے بھائی بتا دو
خیمہ کو چلو اس کو بھی دیدار دکھا دو
مشتاق ہے آواز کی آواز سنا دو
روتی ہے تمہارے لئے جان اس کی بچا دو
ملنے کی تمہارے تو خوشی اس کو بڑی ہے
ڈیوڑھی پہ بڑی دیر سے مشتاق کھڑی ہے

(۱۱۷)

عباسؑ نے کی عرض یہ شاہؑ شہدا سے
اب جا نہیں سکنے کا علمدار حیا سے
اطفال تڑپتے ہیں کئی روز کے پیاسے
پانی تو نہ باقی رہا اعدا کی جفا سے
اب عرض یہ ہے شاہؑ مدینہ سے ہماری
چار آنکھ نہ ہوئے گی سکینہؑ سے ہماری

(۱۱۸)

خیمے میں مرے بعد جو ہو آپ کا جانا
سینے سے مرے بدلے سکینہؑ کو لگانا
اور چوم کے منہ میری طرف سے یہ سنانا
لاچار ہوں قسمت میں یہ تھا رنج اُٹھانا
پانی نہ تمہارے لئے ہم لائے سکینہؑ
شرمندہ زمانے سے چلے ہائے سکینہؑ

(۱۱۹)

یہ کہتے تھے جو نزع کا عالم ہوا اُس دم
بند آنکھیں ہوئیں اور تشنج ہوا پیہم
جنبش تو لبوں کو ہوئی اور ہوگئے بیدم
منہ پھیر کے رونے لگے سلطان دوعالم
فرمایا کمر خم ہوئی شاہ شہدأ کی
لو اے علیؑ اکبر مرے بھائی نے قضا کی

(۱۲۰)

خاموش عقیلؔ اب کہ نہیں طاقت گفتار
مجلس میں ہوا چار طرف حشر نمودار
کر عرض کہ یا حضرت عباسؑ علمدار
مقبول ہو یہ مرثیہ بہر شہؑ ابرار
آزاد غم و رنج سے کر دیجئے آقا
دامن دُرِ مقصود سے بھر دیجئے آقا

نوٹ: اس مرثیہ کے ابتدائی چھ بند نہیں مل سکے۔ ساتویں بند سے حاضر ہے۔

محبت اہل بیت مسلمانوں کو اتحاد کا مرکز بنانا چاہئے

مصور فطرت عالیجناب خواجہ حسن نظامی صاحب

مسلمانوں کا ہر فرقہ اہلبیتِ رسولؐ اللہ سے محبت کرتا ہے، فرق صرف طریق محبت یا طرزِ محبت کا ہے، اگر ایک فریق دوسرے کے طرز طریق پر اعتراض نہ کرے اور سب فرقے مل کر ایک ایسا مشترکہ طریقہ بھی اختیار کرلیں جو کسی فریق کو ناگوار نہ ہو تو اہلبیتؑ کی محبت سب مسلمانوں کے اتحاد کا مرکز بن سکتی ہے، مگر اس قسم کی تجویزیں مسلمانوں کے خیر خواہ ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا، اس واسطے میری رائے ہے کہ چھوٹے بچوں میں اس تحریک کو پھیلایا جائے، اسکولوں اور کالجوں کے طلباء اہلبیتؑ کی سیرت کے محاسن سے واقف کئے جائیں تو بڑے ہونے کے بعد وہ سب اہلبیتؑ کی محبت کے مرکز پر جمع ہوجائیں گے اور اس مقصد سے میں نے بھی کام شروع کر دیا ہے۔

اگر شیعہ سنی جماعتوں نے محدود خیالی سے کام نہ لیا اور مقصد کی اہمیت کو سمجھ کو فروعات میں دخل نہ دیا تو مجھے امید ہے ۱۹۴۹ء میں جس کام کی ابتدا کی گئی ہے اس کا نتیجہ ۱۳۵۰ھ کے محرم تک مسلمان جماعتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گی اور میرا خیال ہے کہ اگر ہم سب نے مل کر اتحاد کی کوشش نہ کی تو دو چار سال کے بعد مسلمان نوجوان نہ شیعہ رہیں گے اور نہ سنی رہیں گے بلکہ مجھے تو یہاں تک اندیشہ ہے کہ شاید بہت سے نوجوان اسلام پر بھی نہ قائم رہیں، کیونکہ وہ مذہبی پیشواؤں کی خانہ جنگیوں سے عاجز آگئے ہیں اور ان کے دلوں میں مذہب اور اہل مذہب کی طرف سے نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ جو رفتہ رفتہ ایک خطرناک حد تک پہنچ سکتی ہے، اس واسطے ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر اس طرف متوجہ ہوں۔

✿✿✿